***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Comapartive Study of Grihya Sutra and Islamic Jurisprudence about Marital and Family Laws

ازدواجی وخاندانی قوانین سے متعلق گریہیہ سوترااور فقہ اسلامی کاتقابلی مطالعہ

Muhammad Riaz Khan
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Science & Technology, Bannu
Dr. Abdul Qadoos
Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Science & Technology, Bannu

Abstract
This article presents a comparative analysis of marital and family laws as delineated in the Hindu Grihya Sutra and Islamic Jurisprudence. It explores fundamental aspects including the concept and nature of marriage, its various forms, the rights and responsibilities of spouses, financial maintenance (Nafaqah), divorce and separation, polygymy, dispute resolution mechanisms, and the social rights and freedoms of wives. The Grihya Sutra portray marriage primarily as a religious sacrament (samskara), essential for progeny, fulfillment of dharma, and performance of rituals, often emphasizing the husband's authority and the wife's subservience.Conversely, Islamic Fiqh defines marriage (Nikah) as a sacred civil contract based on mutual consent, love, mercy, and social equilibrium. It outlines clear categories of valid (Sahih), irregular (Fasid), and void (Batil) marriages. Islam emphasizes mutual rights and responsibilities, justice, and compassion. The study concludes that while both systems aim to regulate family life, the Grihya Sutras tend to establish a patriarchal structure with male dominance, whereas Islamic Fiqh offers a more balanced framework emphasizing justice, mutual respect, and legally defined rights and obligations for both spouses.

Keywords: *Grihiya Sutra, Islamic Jurisprudence, Marital & Family Laws, Samskara, Marriage.*

تعارف (Introduction)

ازدواجی وخاندانی قوانین کسی بھی معاشرے کی اساس ہوتے ہیں اور تہذیب وتمدن کے ارتقاء میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ ہر مذہب اور قانونی نظام نے خاندان کے ادارے کو مستحکم بنیادیں فراہم کرنے کے لیے اپنے اصول وضوابط وضع

کیے ہیں۔ پیشِ نظر مضمون ہندو مت کی قدیم مذہبی کتاب "گریہیہ سوترا"[1] اور اسلامی فقہ میں بیان کردہ ازدواجی و خاندانی قوانین کا ایک جامع تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد ان دونوں عظیم تہذیبوں کے عائلی نظاموں کے نظریاتی پس منظر، عملی اطلاق اور ان کے سماجی اثرات کا موازنہ کرنا ہے۔ زیر نظر مضمون میں نکاح کے تصور اور اس کی بنیادی حیثیت، نکاح کی اقسام، زوجین کے حقوق و فرائض، نفقہ اور مالی ذمہ داریاں، طلاق و علیحدگی کے اصول، تعددِ ازواج کا تصور، ازدواجی تنازعات کے حل کے طریقہ کار اور بیوی کی آزادی و سماجی حقوق جیسے اہم پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تقابلی مطالعہ نہ صرف ان دونوں نظاموں کے درمیان موجود مماثلتوں اور اختلافات کو واضح کرے گا بلکہ اس سے یہ سمجھنے میں بھی مدد ملے گی کہ کس طرح یہ قوانین اپنے ماننے والوں کی ازدواجی زندگیوں پر اثرانداز ہوتے ہیں اور معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل میں کیا کردار ادا کرتے ہیں۔

گریہیہ سوترا اور فقہ اسلامی میں ازدواجی و خاندانی اصول

ازدواجی اور خاندانی قوانین کسی بھی معاشرتی ڈھانچے کی بنیادی اکائی ہیں اور ہر مذہب اور قانونی نظام میں ان اصولوں کی وضاحت موجود ہے۔ گریہیہ سوترا اور فقہ اسلامی دونوں میں نکاح، زوجین کے حقوق، نفقہ، طلاق، کثرتِ ازدواج، تنازعات کے حل، اور بیوی کے سماجی حقوق کے متعلق قوانین پائے جاتے ہیں، لیکن ان کے بنیادی تصورات اور عملی اطلاق میں واضح فرق موجود ہے۔ گریہیہ سوترا میں نکاح کو ایک مذہبی فریضہ سمجھا گیا ہے، جو نسل کے تسلسل اور دھارمک رسوم کی تکمیل کے لیے لازم ہے جبکہ فقہ اسلامی میں نکاح کو ایک شرعی معاہدہ قرار دیا گیا ہے، جو محبت، رحمت اور معاشرتی توازن پر مبنی ہے۔ نکاح کی اقسام میں گریہیہ سوترا میں آٹھ اقسام پائی جاتی ہیں، جن میں بعض کو جائز اور بعض کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، جبکہ اسلامی شریعت میں نکاح کو جائز، فاسد اور باطل میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زوجین کے حقوق میں گریہیہ سوترا میں شوہر کو مکمل اختیار دیا گیا ہے اور بیوی کو محض تابعداری کا حکم ہے جبکہ اسلام میں شوہر اور بیوی کے درمیان عدل، محبت اور حقوق و فرائض میں برابری پر زور دیا گیا ہے۔ نفقہ کے معاملے میں ہندو دھرم میں شوہر پر کوئی

1 گریہیہ سوترا میں والدین اور بچوں کے درمیان تعلقات کو خاص مذہبی اور روایتی اصولوں کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ والدین کو خاندان کی روحانی اور مذہبی تعلیم کے تحفظ کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ بچوں کو والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، خاص طور پر ان رسومات اور اصولوں کے حوالے سے جو خاندانی زندگی کا حصہ ہیں۔ والدین بچوں کو خاندانی روایات، مذہبی اصول، اور اخلاقی اقدار منتقل کرنے کے ذمہ دار ہیں، تاکہ ان کا سماجی مقام محفوظ رہے اور خاندان کی روایات برقرار رہیں۔

Oldenberg, Hermann. The Gṛhya-Sūtras: Rules of Vedic Domestic Ceremonies. Oxford: Clarendon Press, 1892, p. 74

قانونی گرفت نہیں جبکہ اسلام میں نفقہ ایک واجب شرعی حق ہے اور بیوی کو قاضی کے پاس جانے کا اختیار حاصل ہے۔ طلاق کے حوالے سے گریہیہ سوترا میں نکاح کو ناقابلِ تنسیخ بندھن سمجھا گیا ہے، جبکہ اسلام میں طلاق کو ناپسندیدہ مگر جائز قرار دیا گیا ہے، اور عورت کو خلع کا حق بھی دیا گیا ہے۔ تعددِ ازواج میں ہندو مت میں شوہر کو بعض وجوہات پر دوسری شادی کی اجازت ہے، جبکہ اسلام میں عدل کی شرط کے ساتھ کثرتِ ازدواج کی اجازت دی گئی ہے۔ ازدواجی تنازعات میں گریہیہ سوترا میں صرف خاندانی دباؤ پر انحصار کیا گیا ہے، جبکہ فقہ اسلامی میں ثالثی، عدالتی نظام اور قانونی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ سماجی حقوق میں ہندو دھرم میں بیوی کو صرف گھریلو کام تک محدود رکھا گیا ہے، جبکہ اسلام میں اسے تعلیم، تجارت اور وراثت کے مساوی حقوق دیے گئے ہیں۔ اس تقابلی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ گریہیہ سوترا کا

خاندانی نظام مرد کی مطلق بالادستی پر مبنی ہے، جبکہ فقہ اسلامی میں انصاف، محبت اور حقوق کی مساوی تقسیم کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ ذیل میں موجود چند اہم ازدواجی وخاندانی اصولوں کا تقابلی جائزہ سمیت ذکر موجود ہے:

1۔ نکاح کا تصور اور اس کی بنیادی حیثیت

نکاح انسانی معاشرت کا ایک ایسا بنیادی رکن ہے جو نہ صرف فرد کی ذاتی زندگی کو متاثر کرتا ہے بلکہ پورے سماج کے استحکام، اخلاقی بنیادوں اور معاشرتی توازن کو بھی برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ہر مذہب نے نکاح کو ایک نہایت اہم معاملہ قرار دیا ہے، اور اس کے اصول وضوابط طے کیے ہیں تاکہ فرد اور سماج کے درمیان ایک مضبوط اور منظم تعلق قائم رہے۔

گریہیہ سوترا میں نکاح کو محض ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مذہبی فریضہ قرار دیا گیا ہے جو نسل کے تسلسل اور مذہبی فرائض کی تکمیل کے لیے لازم ہے۔ ہندو دھرم کے مطابق، انسان کی زندگی کے چار مراحل میں سے دوسرا مرحلہ گرہستھ آشرم ہے، جس میں داخل ہونے کے لیے شادی ناگزیر ہے۔ اگر کوئی شخص نکاح نہیں کرتا تو وہ مذہبی اور معاشرتی طور پر نامکمل سمجھا جاتا ہے، اور اس کی زندگی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس نظریے کے مطابق، نکاح نہ صرف شخصی سطح پر بلکہ سماجی اور روحانی سطح پر بھی ایک لازمی فریضہ ہے، جس کے بغیر نہ تو نسل انسانی کا تسلسل ممکن ہے اور نہ ہی مذہبی فرائض کی تکمیل ہوتی ہے۔

"***Marriage is prescribed for the continuation of the lineage, for the fulfillment of religious duties, and for the performance of sacred rites***".[2]

ترجمہ: نکاح نسل کے تسلسل، مذہبی فرائض کی تکمیل، اور مقدس رسومات کی ادائیگی کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔

[2] Grihya-Sutra, Gobhila 1.1, Oldenberg, 1893, p. 13

مندرجہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں نکاح کو فرد کی ذاتی خواہش کے بجائے ایک سماجی و مذہبی فریضہ قرار دیا گیا ہے، جو زندگی کے اہم مقاصد میں سے ایک ہے۔ اس نظریے کے مطابق، نکاح کے بغیر شخص اپنی زندگی کا اصل مقصد پورا نہیں کر سکتا، اور نہ ہی وہ اپنی مذہبی ذمہ داریوں کی تکمیل کر سکتا ہے۔

فقہ اسلامی میں بھی نکاح کو ایک نہایت اہم اور مقدس بندھن قرار دیا گیا ہے، جو محبت، سکون اور نسل انسانی کے تحفظ کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں نکاح کی حیثیت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً"[3]

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ اسلام میں نکاح کا مقصد نہ صرف سماجی استحکام ہے بلکہ محبت، رحمت اور باہمی سکون بھی ہے، جو نکاح کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس، ہندو مذہب میں نکاح کا مقصد زیادہ تر مذہبی فرائض کی تکمیل اور نسلی تسلسل ہے، جبکہ اسلام میں نکاح کو فرد کی فطری ضروریات کو پورا کرنے اور معاشرتی زندگی کو مستحکم کرنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نکاح کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"[4]

ترجمہ: نکاح میری سنت ہے، جو اس سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں۔

یہ حدیث اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ نکاح کو ترک کرنا اسلام میں پسندیدہ عمل نہیں، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دے کر اس کی دینی اور معاشرتی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ فقہ اسلامی میں نکاح کو بعض حالات میں واجب، مستحب اور مباح قرار دیا گیا ہے، جبکہ بعض مخصوص شرائط میں اسے حرام یا مکروہ بھی کہا گیا ہے، جیسے کہ اگر نکاح سے کسی کا نقصان ہو یا فتنہ و فساد پیدا ہو۔

محاکمہ

مذکورہ دونوں متون کی روشنی میں تصور اور اہمیت کے لحاظ سے گریہیہ سوترا میں نکاح کو مذہبی فریضہ اور دھرم کا حصہ سمجھا جاتا ہے جبکہ فقہ اسلامی میں شرعی معاہدہ اور سنت۔ بنیادی مقصد اور ضرورت کے اعتبار سے گریہیہ سوترا میں نکاح، ہر فرد کے لئے لازم عمل، نسل کا تسلسل اور مذہبی رسوم کا حصہ جبکہ فقہ اسلامی میں محبت، رحمت اور نسل کے تحفظ جبکہ بعض صورتوں میں فرض کا درجہ رکھتا ہے۔

2۔ نکاح کی اقسام

---

[3] القرآن: لروم 30:21

[4] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، رقم الحدیث: 5063

گریہیہ سوترا میں نکاح کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے، جو بنیادی طور پر اس بات پر منحصر ہے کہ شادی کس طریقے سے ہوئی ہے۔ سب سے اعلیٰ اور پسندیدہ نکاح براہما ویواہ ہے، جس میں لڑکی کے والدین خود اپنی بیٹی کو کسی دیندار شخص کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیواویواہ، گندھروویواہ، آرسھاویواہ، راکشس ویواہ، پائیشاچ ویواہ، آسوراویواہ اور پراجاپتی ویواہ شامل ہیں۔ ان میں سے بعض اقسام کو ناپسندیدہ اور غیر اخلاقی سمجھا جاتا ہے، جیسے کہ راکشس ویواہ (زبردستی اغوا کر کے شادی کرنا) اور پیشاچ ویواہ (عورت کو بے ہوش کر کے شادی کرنا)، چنانچہ گریہیہ سوترا میں بتایا گیا ہے:

"There are eight forms of marriage, each having its own merit and demerit. The Brahma marriage is considered the highest, while the Rakshasa and Paishacha forms are condemned.[5]"

ترجمہ: نکاح کی آٹھ اقسام ہیں، جن میں سے ہر ایک کے اپنے فوائد اور نقصانات ہیں۔ براہما ویواہ سب سے اعلیٰ سمجھا جاتا ہے، جبکہ راکشس اور پائیشاچ نکاح کی مذمت کی گئی ہے۔

مذکورہ قول یہ واضح کرتا ہے کہ ہندو دھرم میں نکاح کی بعض اقسام کو غیر اخلاقی تصور کیا جاتا ہے، لیکن تاریخی طور پر یہ اقسام سماج میں موجود رہی ہیں۔ اس کے برعکس فقہ اسلامی میں نکاح ایک مقدس اور مضبوط معاہدہ (عقد) ہے جو زوجین کے درمیان حقوق و فرائض کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ فقہ اسلامی میں نکاح کو بنیادی طور پر تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے: نکاح صحیح، نکاح فاسد، اور نکاح باطل۔ ان میں سے ہر ایک کی شرعی حیثیت، شروط، اور فقہی اثرات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ اسلامی اصولوں کے مطابق نکاح کے احکام کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

الف۔ نکاح صحیح

نکاح صحیح وہ عقد ہے جو تمام شرعی ارکان اور شروط کو مکمل طور پر پورا کرتا ہے اور کسی ایسی قباحت سے پاک ہوتا ہے جو اس کے عدمِ جواز کا باعث بنے۔ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ایجاب و قبول، زوجین کی اہلیت، دو مسلمان گواہوں کی موجودگی، اور مہر کی تعیین لازمی ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک اگر یہ شرائط مکمل ہوں اور کسی بھی شرعی ممانعت کا ارتکاب نہ ہو تو نکاح صحیح شمار کیا جاتا ہے۔ نکاح صحیح کے بعد زوجین کے درمیان ازدواجی تعلقات جائز ہو جاتے ہیں، اور اس نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد بھی شرعی طور پر والد سے منسوب ہوتی ہے۔ امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

5 Grihya-Sutra, Apastamba 1.4.3, Oldenberg, 1893, p. 219

"النِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِالإِيجَابِ وَالقَبُولِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ، وَيَكُونُ مَشْرُوطًا بِالشُّهُودِ وَالعَدْمِ الْمَوانِعِ الشَّرْعِيَّةِ، وَيَصِحُّ إِذَا كَانَ عَلَى وَفْقِ السُّنَّةِ"[6]

ترجمہ: نکاح ایجاب و قبول سے ایک ہی مجلس میں منعقد ہوتا ہے، اور یہ گواہوں کی موجودگی اور شرعی موانع کے عدم کے ساتھ مشروط ہے، اور جب یہ سنت کے مطابق ہو تو صحیح شمار کیا جاتا ہے۔

ب۔ نکاح فاسد

نکاح فاسد وہ عقد ہے جو کسی لازمی شرط کے فقدان یا کسی ممانعت کی موجودگی کے باعث شرعی طور پر ناقص ہو، لیکن اصلاح کے ذریعے اس کی درستی ممکن ہو۔ فقہ حنفی کے مطابق نکاح فاسد اور نکاح باطل میں بنیادی فرق یہ ہے کہ نکاح فاسد کو شرعی اصلاح کے ذریعے درست کیا جا سکتا ہے، جبکہ نکاح باطل سرے سے کالعدم ہوتا ہے۔ نکاح فاسد کی مختلف مثالیں دی جاتی ہیں، جیسے کہ بغیر گواہوں کے نکاح، نکاحِ متعہ (جب کسی مدت کے تعین کے ساتھ نکاح کیا جائے)، یا ایسا نکاح جس میں مہر کی تعیین نہ کی گئی ہو۔ بعض فقہی مسالک میں ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کو بھی نکاح فاسد شمار کیا گیا ہے۔

فقہ حنفی میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"إِذَا كَانَ النِّكَاحُ مُعْتَلًّا بِشَرْطٍ فَاسِدٍ أَوْ مَانِعٍ قَابِلٍ لِلتَّصْحِيحِ، فَهُوَ نِكَاحٌ فَاسِدٌ، وَيَجِبُ تَصْحِيحُهُ بِإِعَادَةِ الْعَقْدِ بِالشُّرُوطِ الصَّحِيحَةِ"[7]

ترجمہ: اگر نکاح کسی فاسد شرط یا کسی ایسے مانع کی بنا پر معتل ہو جو درست کیا جا سکتا ہو، تو وہ نکاح فاسد ہو گا، اور اس کی تصحیح لازمی ہو گی کہ عقد کو درست شرائط کے ساتھ دہرایا جائے۔

ج۔ نکاح باطل

نکاح باطل وہ نکاح ہوتا ہے جو کسی ایسی بنیادی شرعی ممانعت کے تحت کیا گیا ہو جو اس کے مکمل عدم جواز کا باعث ہو اور جس کی اصلاح ممکن نہ ہو۔ اس نکاح کے کوئی بھی شرعی اثرات مرتب نہیں ہوتے اور اسے سرے سے کالعدم تصور کیا جاتا ہے۔ نکاح باطل کی مثالوں میں وہ نکاح شامل ہیں جو ایسے رشتوں میں کیا جائے جو قرآن و سنت کے مطابق حرام ہیں، جیسے ماں، بہن، بیٹی وغیرہ۔

اسی طرح، اگر کوئی عورت عدت کے دوران نکاح کرلے یا کسی اور کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص سے عقد کرلے تو وہ نکاح بھی شرعاً باطل ہو گا۔ فقہاء نے تحلیل (یعنی کسی عورت کو طلاق کے بعد اس کے پہلے شوہر کے لیے حلال کرنے کے لیے عارضی نکاح) کو بھی نکاح باطل قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ابن رشد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَكُلُّ نِكَاحٍ يَكُونُ فِيهِ مَانِعٌ شَرْعِيٌّ لَا يُزَالُ بِالتَّصْحِيحِ، فَهُوَ بَاطِلٌ وَلَا يُحْكَمُ بِإِثْبَاتِ آثَارِهِ"[8]

---

[6] السرخسي، المبسوط، بیروت: دار الفكر، 1405ھ، 4/7

[7] الكاساني، بدائع الصنائع، بیروت: دار الكتب العلمية، 1420ھ، 2/263

[8] ابن رشد، بداية المجتهد، قاہرہ: دار السلام، 2000ء، ص7

ترجمہ: ہر وہ نکاح جس میں ایسی شرعی ممانعت ہو جسے درست نہیں کیا جاسکتا، وہ باطل ہوگا اور اس کے کسی بھی شرعی اثر کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

فقہ اسلامی میں نکاح کی ان اقسام کی وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ نکاح کو ایک مضبوط شرعی معاہدہ تسلیم کیا جائے اور نکاح کے حوالے سے اسلامی احکام کی مکمل پیروی کی جائے۔ نکاح صحیح وہ واحد عقد ہے جو اسلامی شریعت کے مطابق جائز اور معتبر ہے۔ نکاح فاسد کو اصلاح کے ذریعے درست کیا جاسکتا ہے، جبکہ نکاح باطل مکمل طور پر ناقابل قبول اور کالعدم ہے۔ ان اصولوں کو جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ نکاح کے معاملات میں شریعت کے مطابق فیصلے کر سکے اور کسی بھی غیر شرعی یا غیر مستحکم رشتے سے محفوظ رہ سکے۔

محاکمہ

مذکورہ دونوں متون کی روشنی میں نکاح کی اقسام، گریہیہ سوترا میں آٹھ (08) جبکہ فقہ اسلامی میں جائز یا ناجائز کی بنیاد پر تین (03) اقسام بیان کی گئی ہیں۔ مذکورہ اقسام میں پسندیدہ اور جائز ہونے کے لحاظ سے گریہیہ سوترا میں براہما ویواہ جبکہ فقہ اسلامی میں نکاح صحیح معتبر اور جائز تصور کئے جاتے ہیں جبکہ گریہیہ سوترا میں پیشاچ اور راکھشس ویواہ اور فقہ اسلامی میں نکاح باطل کو ناجائز اور ناپسندیدہ تصور کئے جاتے ہیں۔

3۔ زوجین کے حقوق اور ذمہ داریاں

ازدواجی زندگی میں شوہر اور بیوی کے حقوق و فرائض کسی بھی خاندانی نظام کی بنیاد ہوتے ہیں۔ ہر مذہب اور قانونی نظام میں ان حقوق کی وضاحت کی گئی ہے تاکہ نکاح کے بعد زوجین کے درمیان ہم آہنگی، محبت اور عدل قائم رہے۔ گریہیہ سوترا میں بیوی کے بنیادی فرائض میں شوہر کی اطاعت، اس کے احکامات کی پابندی، گھر کی دیکھ بھال اور مذہبی رسومات میں شمولیت شامل ہے۔ شوہر کو خاندان کا سربراہ اور بیوی کو اس کے ماتحت تصور کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو دھرم کے قدیم مذہبی متون میں بیوی کو ہمیشہ شوہر کی تابعداری کرنے والی ہستی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ شوہر کو دھرم پتنی (مذہبی فرائض میں شریک بیوی) کے طور پر عورت کو قبول کرنے کی تلقین کی گئی ہے، اور اسے ہمیشہ شوہر کے تابع رہنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ چنانچہ گریہیہ سوترا میں بیان کیا گیا ہے کہ بیوی کا بنیادی فریضہ شوہر کی خدمت اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے۔

"The wife shall obey her husband in all matters. She shall serve him with devotion, rise before him in the morning, and remain by his side at night.[9]"

[9] Grihya-Sutra, Apastamba 1.3.2, Oldenberg, 1893, p. 251

ترجمہ: بیوی ہر معاملے میں اپنے شوہر کی اطاعت کرے گی۔ وہ پوری عقیدت سے اس کی خدمت کرے گی، صبح اس سے پہلے اٹھے گی اور رات کو اس کے پاس رہے گی۔

اوپر ذکر کردہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ ہندو مذہب میں بیوی کے حقوق اور ذمہ داریاں یکطرفہ طور پر شوہر کی اطاعت پر منحصر ہیں۔ اس نظام میں شوہر کو مکمل حاکمیت دی گئی ہے، اور بیوی کو اس کے ماتحت رکھا گیا ہے۔ شوہر کی مرضی کے بغیر بیوی کو کوئی بھی بڑا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا۔ بیوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر حال میں شوہر کے احکام کو ماننے اور اس کی ہر ضرورت کو پورا کرے۔ اگر شوہر ناراض ہو جائے تو بیوی کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ اپنا مؤقف پیش کرے۔ ہندو متون میں بیوی کو پتی ورتا استری (شوہر کے لیے وقف عورت) کہا جاتا ہے، اور اس کی نجات کا دار و مدار شوہر کی خدمت اور وفاداری پر ہے۔

اسلامی فقہ میں ازدواجی زندگی کو عدل، محبت اور رحمت کی بنیاد پر استوار کیا گیا ہے۔ شوہر اور بیوی دونوں کے فرائض متعین کیے گئے ہیں، اور ان کے درمیان حقوق و واجبات میں توازن قائم رکھا گیا ہے۔ اسلام میں نکاح محض ایک رشتہ نہیں بلکہ ایک معاہدہ ہے، جس میں زوجین کے حقوق کو مساوی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ"[10]

ترجمہ: اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر ہیں، مگر مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔

اس آیت میں شوہر اور بیوی کے باہمی حقوق کو متوازن رکھنے کا اصول بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شوہر کو مکمل اختیار حاصل ہے، بلکہ اسلامی شریعت میں شوہر کی قوامیت کو ذمہ داری، نفقہ اور خاندان کی حفاظت کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اسلام نے نکاح کو عورت اور مرد دونوں کی ضروریات کے مطابق بنایا ہے، اور شوہر کو قوام (سربراہ) مقرر کیا ہے تاکہ وہ بیوی کے حقوق کی حفاظت کرے، اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس کی کفالت کو یقینی بنائے۔

فقہ حنفی میں شوہر کے بنیادی فرائض درج ذیل بیان کیے گئے ہیں:

"وَيَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ أَنْ يُحْسِنَ مُعَاشَرَةَ زَوْجَتِهِ، وَيَنْفِقَ عَلَيْهَا، وَأَنْ لَا يُحَمِّلَهَا مَا لَا تُطِيقُهُ"[11]

ترجمہ: شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے، خرچ کرے، اور اس پر ایسی ذمہ داری نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔

---

[10] القرآن: البقرہ 2:228

[11] ابن عابدین، محمد أمین بن عمر، الدر المختار، بیروت: دار الفکر، 1994ء، 3/576

یہ فقہی اصول ثابت کرتے ہیں کہ شوہر محض حاکم نہیں بلکہ اس پر بیوی کے نان و نفقہ، اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ لازم ہے۔ اگر شوہر بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو وہ ظالم شمار ہو گا اور بیوی کے پاس حق ہو گا کہ وہ اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرے۔

احادیث مبارکہ میں ازدواجی زندگی میں محبت، احترام اور حسن سلوک پر زور دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي"[12]

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر ہوں۔

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ اسلام میں ازدواجی زندگی محض شوہر کے حکم اور بیوی کی اطاعت پر مبنی نہیں، بلکہ اس کا انحصار محبت، عزت اور انصاف پر ہے۔ اسلامی فقہ میں شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کے تمام مالی اخراجات پورے کرے، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اس کے حقوق کا مکمل خیال رکھے۔ اگر شوہر نفقہ نہ دے یا بیوی کے ساتھ بد سلوکی کرے تو فقہ کے مطابق بیوی کو قاضی کے پاس جانے کا حق حاصل ہے تا کہ اس کا حق دلوایا جا سکے۔

محاکمہ

مذکورہ دونوں متون کی روشنی میں یہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ گریہیہ سوترا اور فقہ اسلامی میں شوہر کو بطور حاکم تصور کیا جاتا ہے جبکہ بیوی کو اس کے ماتحت و شوہر کے تابع، گھر کی رکھوالی اور اس کی عزت و آبرو تصور کیا جاتا ہے۔ دونوں کے متون مقدسہ اور متون صحیحہ میں مالی ذمہ داری شوہر کے ذمہ قرار دیتے ہیں اور معاشرتی حقوق کے اعتبار سے گریہیہ سوترا میں شوہر کے حقوق کو بیوی کے حقوق پر فوقیت اور برتری دی گئی ہے جبکہ فقہ اسلامی میں حقوق زوجین میں برابر کا درجہ دیا گیا ہے اور معاشرہ میں دونوں کو عزت و احترام اور برابر کا مقام دیا گیا ہے۔ البتہ یہ بات مسلمہ ہے کہ گریہیہ سوترا میں شوہر کی طرف سے بیوی کے معاشرتی حقوق میں کوتاہی کی صورت میں سرزنش کے طور پر کوئی قانونی سزا متعین نہیں تاہم اخلاقی دباؤ ڈالا جا سکتا ہے جبکہ فقہ اسلامی میں شوہر پر بیوی کے حقوق کی عدم ادائیگی کی صورت میں زبردستی حقوق ادائیگی کے لئے قاضی مجاز ہے۔

4۔ نان و نفقہ اور مالی ذمہ داریاں

ازدواجی زندگی میں مالی ذمہ داریاں ہمیشہ سے ایک اہم پہلو رہی ہے۔ نکاح کے بعد شوہر پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اہل خانہ کے اخراجات پوری کرے، ان کی ضروریات کا خیال رکھے، اور ان کے لیے ایک خوشحال اور محفوظ زندگی کا انتظام کرے۔ گریہیہ سوترا میں شوہر پر نفقہ کی ذمہ داری کا ذکر تو ملتا ہے، مگر اسے ایک سخت قانونی تقاضا قرار نہیں دیا گیا

---

12 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، رقم الحدیث: 5189

بلکہ زیادہ تر یہ معاملہ اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ شوہر کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ بیوی کے بنیادی اخراجات ادا کرے، لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے خلاف کسی خاص قانونی کارروائی کا ذکر موجود نہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے:

***"The husband shall provide his wife with food, clothing, and shelter according to his means. If he fails to do so, he shall be considered negligent.*[13]"**

ترجمہ: شوہر اپنی بیوی کو اپنی استطاعت کے مطابق خوراک، لباس اور رہائش فراہم کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اسے لاپرواہ سمجھا جائے گا۔

مذکورہ اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ گریہیہ سوترا میں شوہر کو نفقہ دینے کا پابند تو کیا گیا ہے، مگر اگر وہ اس ذمہ داری کو پوری نہ کرے تو اس پر کوئی شرعی یا قانونی سزا عائد نہیں کی گئی۔ ہندو دھرم میں بیوی کو شوہر کی ملکیت سمجھا جاتا ہے، اور چونکہ بیوی کو گھر کے اندر زندگی گزارنی ہے، اس لیے شوہر پر لازم ہے کہ وہ اسے خوراک اور لباس مہیا کرے۔ تاہم، اگر شوہر اپنی بیوی کو نفقہ نہ دے تو اسے صرف سماجی و اخلاقی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن کوئی قانونی سزا نہیں دی جاتی۔ اس کے برعکس اسلامی فقہ میں نفقہ ایک شرعی، اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے اور اگر شوہر نفقہ ادا نہ کرے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے:

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ"[14]

ترجمہ: مرد عورتوں پر قوام (ذمہ دار) ہیں، کیونکہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور کیونکہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ شوہر کی قوامیت کا تعلق اس کے مالی اخراجات کی ادائیگی سے ہے۔ اگر شوہر بیوی کے نفقہ کی ذمہ داری پوری نہ کرے تو اسے مجبور کیا جا سکتا ہے اور بیوی کو شوہر کے خلاف شکایت کا حق حاصل ہے۔ فقہ حنفی میں واضح طور پر کہا گیا ہے:

"وَإِذَا لَمْ يُنْفِقْ عَلَيْهَا فَهِيَ مُخَيَّرَةٌ بَيْنَ أَنْ تَصْبِرَ وَبَيْنَ أَنْ تُفَارِقَهُ" [15]

ترجمہ: اگر شوہر بیوی پر خرچ نہ کرے تو بیوی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ صبر کرے یا علیحدگی اختیار کرے۔

---

13 Grihya-Sutra, Gobhila 1.5, Oldenberg, 1893, p. 67

14 القرآن: النساء 4:34

15 ابن عابدین، محمد امین بن عمر، الدر المختار، 2/583

یہ فقہی حکم ثابت کرتا ہے کہ نفقہ ادا نہ کرنا صرف اخلاقی جرم نہیں بلکہ قانونی جرم بھی ہے اور اگر شوہر اس ذمہ داری کو پورا نہ کرے تو بیوی کے لیے علیحدگی کا جواز موجود ہے۔ اسی طرح فقہ مالکی کے مطابق بھی نفقہ شوہر پر لازم ہے اور اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا نہ کرے تو قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ شوہر کو مجبور کرے یا بیوی کو طلاق کا حق دے، اس سلسلے میں کہا گیا ہے:

"وَإِنْ أَبَى الزَّوْجُ إِنْفَاقَهَا جَازَ لِلْقَاضِي أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا بِطَلَاقٍ أَوْ فَسْخٍ"[16]

ترجمہ: اگر شوہر نفقہ دینے سے انکار کرے تو قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ان دونوں میں طلاق یا فسخ کے ذریعے تفریق کر دے۔

فقہ شافعی کے مطابق نفقہ کی مقدار شوہر کی مالی استطاعت کے مطابق متعین کی جائے گی، اور اگر وہ استطاعت رکھنے کے باوجود بیوی پر خرچ نہ کرے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی، جیسا کہ کہا گیا ہے:

"يُلْزِمُ الْقَاضِي الزَّوْجَ بِالْإِنْفَاقِ وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا وَأَبَى، فَلِلزَّوْجَةِ أَنْ تَأْخُذَ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ"[17]

ترجمہ: قاضی شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرے گا، اور اگر وہ مالدار ہو کر بھی انکار کرے تو بیوی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے لے لے۔

فقہ حنبلی میں بھی یہی اصول پایا جاتا ہے، اور اگر شوہر نفقہ نہ دے تو اس کے خلاف شرعی سزا عائد کی جا سکتی ہے:

"إِذَا لَمْ يُنْفِقْ عَلَيْهَا وَكَانَ لَهُ مَالٌ وَجَبَ عَلَيْهَا أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ بِلَا إِذْنِهِ"[18]

ترجمہ: اگر شوہر نفقہ نہ دے اور اس کے پاس مال موجود ہو تو بیوی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر لے لے۔

یہ تمام فقہی نصوص ثابت کرتی ہیں کہ اسلام میں نفقہ صرف اخلاقی ذمہ داری نہیں بلکہ شرعی، قانونی اور واجب الادا حق ہے، جسے ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر شوہر اس میں کمی کرے تو بیوی کو شرعی و قانونی حقوق حاصل ہیں کہ وہ اپنا نفقہ طلب کرے یا نکاح ختم کرنے کا حق حاصل کرے۔

محاکمہ

نان و نفقہ اور بیوی کے شوہر پر مالی حقوق کے اعتبار سے گریہیہ سوترا کے مطابق قانونی طور پر لازم نہیں تاہم اخلاقی لحاظ سے شوہر کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ خوش دلی اور خوش اسلوبی سے بغیر کسی لالچ کے خرچ کیا کریں۔ اس کے برعکس فقہ اسلامی

---

16 مالک بن أنس، الموطأ، بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1985ء، 289/2

17 النووي، یحیی بن شرف، المجموع شرح المهذب، بیروت: دار الفكر، 1997ء، 153/16

18 ابن قدامة، عبد الله بن أحمد۔ المغني۔ بیروت: دار عالم الكتب، 1997ء، 161/8

میں شوہر کو پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اپنی کمائی سے بیوی پر خرچ کریں اور ان کی مالی ضروریات پوری کریں۔ شوہر اور بیوی کے مابین آپس میں گھریلوں تنازعات اور باہمی ذہنی تفاوت کی صورت میں گریہیہ سوترا کے مطابق بیوی کو کوئی قانونی حق نہیں دیا گیا اور نہ ہی کوئی سزا مقرر اور تجویز کی گئی ہے تاہم فقہ اسلامی میں شوہر اور بیوی کے درمیان ذہنی تفاوت اور تنازعات کی صورت میں بیوی کو علیحدگی کا حق دیا گیا ہے جبکہ علیحدگی کی صورت مالی جرمانہ بطور تعزیر کی تجویز کرتا ہے۔

5۔ طلاق اور علیحدگی

طلاق اور علیحدگی کا تصور ہر معاشرتی اور مذہبی نظام میں ازدواجی تعلقات کی پیچیدگیوں کے حل کے طور پر موجود رہا ہے۔ نکاح کے ذریعے قائم ہونے والا رشتہ بعض اوقات مختلف وجوہات کی بنا پر برقرار نہیں رہ پاتا، جس کے نتیجے میں طلاق یا علیحدگی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

گریہیہ سوترا میں نکاح کو ایک ناقابلِ تنسیخ بندھن تصور کیا گیا ہے، اور ہندو دھرم میں طلاق کا تصور بہت محدود ہے۔ عورت کو طلاق لینے کا کوئی اختیار حاصل نہیں، جبکہ مرد بھی طلاق نہیں دے سکتا سوائے چند مخصوص حالات کے، جیسے کہ بیوی کا شدید اخلاقی انحراف۔ قدیم ہندو مذہبی متون کے مطابق، ایک عورت شادی کے بعد ہمیشہ کے لیے اپنے شوہر کی ملکیت بن جاتی ہے، اور اگر شوہر فوت ہو جائے تو وہ دوبارہ شادی نہیں کر سکتی بلکہ اسے ستی (شوہر کے ساتھ جل کر قربان ہونے) کا نظریہ پیش کیا گیا، جو صدیوں تک ہندو معاشرے میں رائج رہا۔ اگرچہ بعد میں یہ رسم قانونی طور پر ممنوع قرار دی گئی، لیکن طلاق اور علیحدگی کے محدود مواقع کی وجہ سے ہندو عورت کو ہمیشہ ازدواجی تعلق میں پابند رکھا گیا۔ گریہیہ سوترا میں بیان کیا گیا ہے:

"Marriage is an unbreakable bond, and the wife remains under the husband's authority till death. [19]**"**

ترجمہ: نکاح ایک ناقابلِ شکست بندھن ہے، اور بیوی موت تک شوہر کے اختیار میں رہتی ہے۔

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ گریہیہ سوترا میں نکاح کو ختم کرنے کا کوئی واضح طریقہ موجود نہیں بلکہ عورت کو پابند رکھا گیا ہے کہ وہ شوہر کے ساتھ زندگی گزارے چاہے وہ کسی بھی حالت میں ہو۔ ہندو دھرم میں شادی کو مقدس یگیہ (قربانی) سمجھا جاتا ہے اور ایک بار انجام دی جانے والی شادی کو توڑنے کا کوئی رسمی طریقہ نہیں دیا گیا۔ تاہم، اگر شوہر بیوی کو چھوڑ دے، اسے گھر سے نکال دے یا دوسری شادی کر لے، تو عورت کے پاس کوئی قانونی راستہ نہیں رہتا اور وہ زندگی بھر بدحالی میں گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

[19] Grihya-Sutra, Apastamba 2.5.1, Oldenberg, 1893, p. 320

اسلامی فقہ میں طلاق کو ناپسندیدہ مگر جائز عمل قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں نکاح کو ایک معاشرتی معاہدہ تصور کیا گیا ہے اور اگر میاں بیوی کے درمیان اختلافات ایسے درجے پر پہنچ جائیں کہ ان کے لیے ازدواجی زندگی گزارنا ناممکن ہو جائے تو طلاق یا علیحدگی کا راستہ موجود ہے۔ تاہم اسلام میں طلاق کو آخری حل کے طور پر رکھا گیا ہے اور شوہر و بیوی کو پہلے صلح، ثالثی اور صبر کی تلقین کی گئی ہے تاکہ ازدواجی بندھن کو قائم رکھا جاسکے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا"[20]

ترجمہ: اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔

مذکورہ آیت ثابت کرتی ہے کہ اسلام میں طلاق کو فوری حل نہیں بلکہ ایک مفاہمتی عمل کے بعد آخری تدبیر کے طور پر رکھا گیا ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان صلح ممکن نہ ہو تو طلاق دی جاسکتی ہے، مگر اس کے بھی اصول و ضوابط ہیں تاکہ عورت اور مرد دونوں کے حقوق محفوظ رہیں۔ حدیث میں بھی طلاق کو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ عمل کہا گیا ہے:

"أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ"[21]

ترجمہ: اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔

اسلامی فقہ میں طلاق کی تین بنیادی اقسام ہیں۔

- طلاق رجعی: جس میں شوہر طلاق دینے کے بعد عدت کے دوران بیوی کو واپس لے سکتا ہے۔
- طلاق بائن: جس میں عدت کے بعد نکاح ختم ہو جاتا ہے اور نیا نکاح درکار ہوتا ہے۔
- طلاق مغلظہ: تین طلاقوں کے مکمل ہونے پر مستقل علیحدگی واقع ہو جاتی ہے۔

بیوی کو بھی خلع (اپنی مرضی سے علیحدگی) کا حق دیا گیا ہے، اگر وہ شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے سے قاصر ہو۔ فقہ حنفی میں بیان کیا گیا ہے:

"إِذَا كَرِهَتْ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا وَخَشِيَتْ أَنْ لَا تُقِيمَ حُدُودَ اللَّهِ جَازَ لَهَا أَنْ تَخْتَلِعَ مِنْهُ"[22]

ترجمہ: اگر عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرے اور اسے خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود پوری نہیں کر سکے گی، تو اس کے لیے خلع لینا جائز ہے۔

---

[20] القرآن: النساء 4:35

[21] ابو داؤد، سنن أبي داود، كتاب الطلاق، رقم الحديث: 2178

[22] ابن عابدین، الدر المختار، 2/726

یہ فقہی اصول ثابت کرتا ہے کہ اسلام میں عورت کو بھی علیحدگی کا اختیار حاصل ہے، جبکہ گریہیہ سوترا میں عورت کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔

محاکمہ

مذکورہ دونوں بنیادی اقتباسات سے ثابت ہوتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے معاشرتی زندگی میں ناراضگی اور ناچاقی کی صورت میں گریہیہ سوترا کے نزدیک کوئی تفریق اور علیحدگی نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ ایک معاشرتی معاہدہ اور ناقابل تنسیخ بندھن تصور کیا جاتا ہے جو نکاح کے ذریعہ سے دونوں کے درمیان کیا جاتا ہے لہذا کسی بھی صورت توڑا نہیں جاسکتا یہاں تک کہ شوہر اور بیوی کے درمیان ناراضگی کی صورت میں تنازعہ کی تصفیہ کے لئے کسی تیسرے فریق کو بطور ثالث کی بھی اجازت نہیں جبکہ فقہ اسلامی میں میاں بیوی کے درمیان ناراضگی کی صورت میں تنازعہ کی تصفیہ کے لئے کسی تیسرے فریق کو بطور ثالث کی بھی اجازت ہے اور رشتہ ازدواج کو مزید جاری نہ رکھنے کی صورت میں طلاق اور خلع کا حق بھی حاصل ہے۔

6۔ کثرتِ ازواج (تعددِ ازواج) کا تصور

ازدواجی تعلقات میں تعددِ ازواج (کثرتِ ازواج) انسانی تاریخ میں ہمیشہ سے ایک اہم بحث رہی ہے۔ مختلف معاشرتی، مذہبی اور قانونی نظاموں میں اس کے جواز، حدود اور شرائط پر متنوع نظریات پائے جاتے ہیں۔ گریہیہ سوترا اور فقہ اسلامی دونوں میں تعددِ ازواج کا تصور موجود ہے، لیکن ان کی بنیادیں اور قانونی اصول مختلف ہیں۔ ہندو دھرم میں ایک سے زیادہ بیویوں کا تصور قدیم سماجی ڈھانچے میں موجود تھا، اور اسے بعض خاص حالات میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ ہندو مذہبی روایات میں کثرتِ ازدواج کا زیادہ تعلق اولاد کے حصول، مذہبی فریضہ اور خاندان کی ضروریات سے تھا، جبکہ اسلامی شریعت میں یہ تصور عدل اور ذمہ داری پر مبنی ہے، اور اس کے مخصوص شرائط اور ضوابط متعین کیے گئے ہیں۔ گریہیہ سوترا میں تعددِ ازواج کو مخصوص حالات میں جائز قرار دیا گیا ہے لیکن اسے شوہر کی مکمل آزادی کے بجائے ضرورت اور مجبوری کی صورت میں قابل قبول سمجھا گیا ہے۔ اگر کسی شخص کی پہلی بیوی سے اولاد نہ ہو، وہ بیمار ہو جائے یا ازدواجی فرائض پورے نہ کر سکے، تو اسے دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے، مگر اس کے لیے پہلی بیوی کی عزت اور گھریلو اصولوں کی پابندی لازمی رکھی گئی ہے۔

"If the first wife bears no children, is ill, or does not fulfill her marital duties, a second wife may be taken, but she must respect the first wife and act in accordance with household traditions.[23]"

ترجمہ: اگر پہلی بیوی سے اولاد نہ ہو، وہ بیمار ہو، یا ازدواجی فرائض پورے نہ کرے، تو دوسری بیوی لی جاسکتی ہے، لیکن اسے پہلی بیوی کا احترام کرنا ہوگا اور گھرانے کی روایات کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔

---

23 Grihya-Sutra, Apastamba 2.6.4, Oldenberg, 1893, p. 356

مندرجہ بالا گریہیہ سوترا کا اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ گریہیہ سوترا میں دوسری شادی کے جواز کو چند مخصوص وجوہات تک محدود رکھا گیا ہے، اور شوہر کو مکمل اختیار حاصل نہیں کہ وہ بغیر کسی معقول وجہ کے مزید شادیاں کرے۔ دوسری بیوی کو پہلی بیوی کے برابر درجہ نہیں دیا گیا، بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ گھرانے کی روایات کی پابندی کرے اور پہلی بیوی کے احترام کو برقرار رکھے۔ اس کے برعکس اسلامی فقہ میں تعددِ ازواج کی اجازت دی گئی ہے، مگر اس پر سخت عدل و انصاف کی شرط عائد کی گئی ہے۔ اگر کسی شخص کو خدشہ ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہیں کر سکے گا تو اسے صرف ایک بیوی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً"[24]

ترجمہ: پس ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو، تین یا چار، لیکن اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو۔

مذکورہ آیت یہ ثابت کرتی ہے کہ اسلام میں کثرتِ ازدواج کی اجازت ہے، لیکن اس کا انحصار عدل و انصاف پر ہے۔ اگر شوہر کو یقین ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان برابری نہیں کر سکے گا تو اسے ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی بھی اس بات کا عملی نمونہ ہے کہ تعددِ ازواج کے ساتھ عدل کیسے کیا جاتا ہے۔

فقہ حنفی میں بھی یہی اصول موجود ہے:

"وَيَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ أَنْ يُسَاوِيَ بَيْنَ نِسَائِهِ فِي الْمَبِيتِ وَالنَّفَقَةِ وَاللِّبَاسِ، وَإِنْ فَضَّلَ بَعْضَهُنَّ فِي الْمَحَبَّةِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ." [25]

ترجمہ: شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان شب باشی، نفقہ اور لباس میں برابری کرے، لیکن اگر محبت میں کسی کو زیادہ ترجیح دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِذَا خَافَ الرَّجُلُ أَنْ لَا يَعْدِلَ فَبِتْرُ نِكَاحِ الْوَاحِدَةِ أَوْلَىٰ."[26]

ترجمہ: اگر کسی شخص کو خوف ہو کہ وہ عدل نہیں کر سکے گا تو ایک نکاح پر اکتفا کرنا بہتر ہے۔

یہ فقہی اصول ثابت کرتے ہیں کہ اسلام میں تعددِ ازواج کی اجازت مشروط ہے، جبکہ گریہیہ سوترا میں یہ اجازت صرف چند جسمانی اور طبی وجوہات تک محدودہ

محاکمہ

---

24 القرآن: النساء 4:3

25 ابن عابدین، الدر المختار، 512/3

26 الشافعي، محمد بن إدريس۔ الأم۔ بیروت: دار المعرفۃ، 1990ء، 98/5

کثرت ازواج کے سلسلے میں دونوں متون میں قدرے اختلاف کے ساتھ اس بات پر اتفاق ہے کہ مخصوص شرائط کے تحت اجازت دیدی گئی ہے یعنی گریہیہ سوترا میں پہلی بیوی کا احترام، اولاد کا نہ ہونا، بیماری اور ازدواجی ذمہ داری کی عدم تکمیل کی صورت میں شوہر کو دوسری بیوی کی اجازت دیدی گئی ہے تاہم فقہ اسلامی میں عدل برقرار رکھنے، نفقہ، شب باشی اور دیگر ضروریات پوری کرنے کی صورت میں کثرت ازواج (چار تک) کی اجازت ہے جبکہ مذکورہ بالا شرائط کے عدم تکمیل کی صورت میں قطعاً اجازت نہیں۔

یہ تحقیقی مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ گریہیہ سوترا میں تعددِ ازواج کو ایک استثنائی صورت میں قبول کیا گیا ہے، جبکہ اسلام میں اسے عدل وانصاف کے اصولوں کے ساتھ مشروط کر کے ایک جامع قانونی واخلاقی نظام فراہم کیا گیا ہے۔ اسلامی فقہ میں کثرتِ ازدواج کے باوجود بیویوں کے حقوق کی مکمل پاسداری کی گئی ہے، جبکہ ہندو مذہب میں دوسری بیوی کو پہلی کے مقابلے میں کمتر درجہ دیا گیا ہے۔ اس تفصیلی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی قوانین میں تعددِ ازواج ایک ذمہ داری ہے، نہ کہ محض ایک اختیار۔

7۔ بیوی کی آزادی اور سماجی حقوق

گریہیہ سوترا میں بیوی کو شوہر کی ملکیت سمجھا جاتا اور اسے ازدواجی اور سماجی معاملات میں کوئی آزادی حاصل نہیں ۔ عورت کو صرف گھریلو امور اور شوہر کی اطاعت تک محدود رکھا گیا ہے اور اسے تعلیم، جائیداد کی ملکیت، یاعدالتی کارروائی میں شمولیت کا کوئی اختیار حاصل نہیں ۔

"A wife must remain within the household and shall not engage in affairs outside the home without her husband's permission.[27]"

ترجمہ: بیوی کو گھر کے اندر رہنا چاہیے اور شوہر کی اجازت کے بغیر کسی بھی بیرونی معاملے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔

اس کے برعکس دین اسلام میں بیوی کو مکمل آزادی اور سماجی حقوق دیے گئے ہیں اور اسے تعلیم، کاروبار، وراثت اور قانونی دفاع کے حقوق حاصل ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالی ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[28]

ترجمہ: اور عورتوں کے بھی وہی حقوق ہیں جیسے ان پر ہیں۔

فقہ حنفی میں عورت کی سماجی حیثیت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

---

27 Grihya-Sutra, Apastamba 1.2.5, Oldenberg, 1893, p. 188

28 القرآن: البقرہ 2:228

"يَجُوزُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَتَعَلَّمَ، وَتَتَّجِرَ، وَتُوَكِّلَ، وَلَهَا مَالُهَا وَإِنْ كَانَتْ مُتَزَوِّجَةً"[29]

ترجمہ: عورت کو تعلیم حاصل کرنے، تجارت کرنے، وکیل مقرر کرنے اور جائیداد رکھنے کا حق حاصل ہے، چاہے وہ شادی شدہ ہو۔

محاکمہ

عورت کی سماجی اور معاشرتی حیثیت سے متعلق دونوں متون میں واضح اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ گریہیہ سوترا میں عورت کو محض گھریلوں کام تک محدود رکھا گیا ہے اور انہیں دیگر معاشرتی اور تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھنے اور حاصل کرنے کی قطعا اجازت نہیں وہ محض مرد کی محکوم اور اس کے تابع گردانا گیا ہے جبکہ فقہ اسلامی میں عورت کو شرعی حدود کے اندر مکمل آزادی دیدی گئی ہے یہاں تک کہ بنیادی تعلیم اور دیگر علوم سیکھنے اور سکھانے یہاں تک کہ کسب معاش کے سلسلے میں تجارت، روزگار اختیار کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔

خلاصۃ البحث

زیر نظر تحقیقی آرٹیکل گریہیہ سوترا اور فقہ اسلامی میں ازدواجی و خاندانی قوانین کا تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے۔ گریہیہ سوترا میں نکاح کو نسل کے تسلسل اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے ایک لازمی مذہبی فریضہ سمجھا جاتا ہے، جہاں شوہر کو وسیع اختیارات حاصل ہیں اور بیوی سے مکمل تابعداری متوقع ہے۔ نفقہ کی ذمہ داری قانونی سے زیادہ اخلاقی ہے، اور طلاق کا تصور تقریباً ناپید ہے، نکاح کو ناقابلِ تنسیخ بندھن مانا جاتا ہے۔ تعددِ ازواج کی اجازت مخصوص حالات میں ہے اور تنازعات کا حل عموماً خاندانی دباؤ پر منحصر ہوتا ہے جبکہ بیوی کے سماجی حقوق محدود ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس، فقہ اسلامی نکاح کو ایک شرعی معاہدہ قرار دیتا ہے جس کی بنیاد محبت، رحمت اور سماجی توازن پر ہے۔ اسلام زوجین کے درمیان عدل، محبت اور حقوق و فرائض میں برابری پر زور دیتا ہے۔ نفقہ بیوی کا واجب شرعی حق ہے جس کی عدم ادائیگی پر قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے۔ طلاق کو ناپسندیدہ مگر جائز قرار دیا گیا ہے، اور عورت کو خلع کا حق بھی حاصل ہے۔ تعددِ ازواج عدل کی شرط سے مشروط ہے، اور ازدواجی تنازعات کے حل کے لیے ثالثی اور عدالتی نظام موجود ہے۔ اسلام بیوی کو تعلیم، تجارت اور وراثت جیسے سماجی حقوق بھی عطا کرتا ہے۔ مجموعی طور پر، گریہیہ سوترا کا نظام مرد کی بالادستی پر جبکہ فقہ اسلامی کا نظام انصاف اور حقوق کی مساوی تقسیم پر مبنی ہے۔

---

29 ابن عابدین، الدر المختار، کتاب النکاح، 589/2

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

ابن رشد، بدایۃ المجتھد، قاہرہ: دار السلام، 2000ء

ابن عابدین، محمد أمین بن عمر، الدر المختار، بیروت: دار الفکر، 1994ء

ابن قدامۃ، عبد اللہ بن أحمد۔ المغني۔ بیروت: دار عالم الکتب، 1997ء

أحمد بن حنبل، مسند أحمد، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء

السرخسي، المبسوط، بیروت: دار الفکر، 1405ھ

الشافعي، محمد بن إدریس۔ الأم۔ بیروت: دار المعرفۃ، 1990ء

الکاساني، بدائع الصنائع، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1420ھ

مالک بن أنس، الموطأ، بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1985ء

النووي، یحیی بن شرف، المجموع شرح المھذب، بیروت: دار الفکر، 1997ء

Grihya-Sutra, Apastamba 1.2.5, Oldenberg, 1893